خواجہ محمّد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
آپ کے اخلاق وعادات[۱]

(۲)

سیّد رشید احمد ارشد ایم اے

حضرت خواجہ باقی باللہ کے اخلاق وعادات خلق نبوی کا نمونہ تھے۔ آپ نہایت متواضع تھے اور ہمیشہ عزلت اور گوشہ نشینی میں زندگی بسر فرماتے تھے مگر آپ کی گوشہ نشینی راہبوں اور تارک الدنیا جیسی نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ خلقِ خدا کی خدمت بھی کرتے تھے۔ اور اپنے مخلصوں اور دوستوں کی غم خواری اور ہمدردی بھی کرتے تھے۔ اور ان کی خیرخواہی میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے مگر دینی فرائض اور سنت نبوی کے اتباع کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے تھے۔

خاموشی خاموشی اور کم گوئی آپ کی مخصوص عادت تھی۔ آپ سارے دن گردن جھکائے عالم سکوت میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ البتہ جب کوئی شخص آپ سے بات کرتا تھا تو بقدر ضرورت اسے مختصر جواب دیا کرتے تھے۔ مگر جب کوئی تصوف کا پیچیدہ مسئلہ زیر بحث آتا تھا تو آپ اسے نہایت

---

[۱] سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الرحیم شمارہ نومبر ۱۹۶۷ء ۔ [۲] لیکچرر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی ۔

وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ تاکہ مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں، اور وہ کسی قسم کی غلط فہمی یا گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

عجز و انکساری آپ کی طبیعت میں انتہائی درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ آپ سادات و مشائخ اور دینی علماء کی بے حد تعظیم فرماتے تھے۔ اگر کسی عالم کو پیدل چلتے ہوئے دیکھتے اور آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپ فوراً گھوڑے سے اُتر کر اس عالم کو سلام کرنے اور مصافحہ کرنے میں پیش قدمی فرماتے تھے۔ آپ عام مسلمانوں کی حاجت روائی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ اور امراء و حکام کو ان کا کام کرنے کے لئے سفارشی خطوط لکھتے تھے۔

مرجع خلائق ہونے کے باوجود آپ نے کبھی اپنی ذات کو عام انسانوں سے برتر خیال نہیں کیا۔ اور نہ اپنے روحانی کمالات کا کبھی اظہار کیا۔ بلکہ آپ حتی الامکان اپنے روحانی مرتبے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور جب کوئی مرید ہونے کے لئے آتا تو آپ ازراہِ انکساری اپنے آپ کو اس کام کا اہل ظاہر نہ کرتے تھے مگر جب وہ نہایت اصرار کرتا اور اپنے ارادے پر ثابت قدم رہتا تو اس وقت آپ اسے اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرتے تھے۔

آپ کی عاجزی، انکساری اور خوش اخلاقی کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک خراسانی نوجوان عرصۂ دراز تک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر معتکف رہا اور ان سے کسی مرشد کامل کا پتہ بتانے کی درخواست کرتا رہا آخر اسے بذریعۂ کشف ہدایت کی گئی کہ وہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جائے جو ابھی تشریف لائے ہیں چنانچہ وہ خراسانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا:۔

"یہ بندۂ مسکین اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا ہے تمہیں جس بزرگ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کوئی اور ہوگا۔"

اس کے بعد آپ کی ہدایت کے مطابق وہ خراسانی نوجوان پھر اپنے مقام پر چلا گیا۔

دوسری رات خواب میں پھر یہ ہدایت کی گئی کہ وہ بزرگ جس کا پتہ بتایا گیا تھا وہ وہی ہیں جس سے اس نے ملاقات کی تھی۔ لہٰذا صبح ہوتے ہی وہ خراسانی پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کرکے آپ کا مرید ہونے پر اصرار کرتے لگا۔ آپ نے اس کے بے حد اصرار پر اسے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیا۔

اسی قسم کا واقعہ آپ کے خلیفۂ خاص خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ بھی پیش آیا تھا، انہیں بھی آپ نے ازراہ تواضع وانکساری واپس کر دیا تھا، اور بعد میں انہیں مرید کیا۔[1]

رحم وشفقت رحم اور شفقت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بالخصوص غریب اور حاجت مندوں کی حاجت روائی سے آپ نے کبھی گریز نہیں کیا۔

ایک دفعہ جب آپ لاہور میں مقیم تھے وہاں خشک سالی کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ قحط زدہ لوگوں کی بری حالت سے اس قدر متأثر ہوئے کہ آپ نے خود بھی کھانا پینا چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد آپ کے عقیدت مندوں نے کھانا پیش کیا تو آپ نے آنسو بہاتے ہوئے یہ فرمایا "یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص بھوک کے مارے رات تڑپ تڑپ کر گزارے اور ہم سیر ہوکر کھانا کھائیں۔"

یہ فرما کر آپ نے اپنا سارا کھانا بھوکوں میں تقسیم کر دیا۔

آپ نہ صرف انسانوں پر رحم وشفقت فرماتے تھے بلکہ حیوانات اور جانوروں پر بھی آپ بے حد شفیق تھے، اور انہیں کوئی تکلیف واذیت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ اس قسم کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک رات آپ تہجّد کے لئے اُٹھے تو ایک بلّی آپ کے لحاف پر سوگئی جب آپ تہجّد کی نماز سے فارغ ہوکر بستر پر تشریف لائے تو بلّی کو لحاف پر سوتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ نے ازراہِ شفقت بلّی کو نہیں جگایا، اور رات کو یونہی بیٹھے شدید موسم سرما کی سردی کی تکالیف صبح تک جھیلتے رہے مگر بلّی کو جگانے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔

---

[1] زبدۃ المقامات ازمولانا کشمی صاحب۔ مطبوعہ مطبع نول کشور۔

آپ کی شفقت بُرے لوگوں پر بھی ہوتی تھی۔ اگر ایسے لوگ آپ کے پڑوسی ہوں اور آپ کو تکلیف دیتے ہوں تو اس صورت میں بھی آپ ان کی خیرخواہی فرماتے تھے۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ مذکور ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک ظالم اور شریر نوجوان رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی شرعی برائی کا ارتکاب کرتا تھا، لیکن آپ نے اس کی کوئی شکایت حکام تک نہیں پہنچائی۔ اتفاق سے خواجہ حسام الدین نے شہر کے کوتوال سے اس کی شرارتوں کا ذکر کر دیا۔ اس نے اسے گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے خواجہ حسام الدین کو بلا کر اظہارِ ملامت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔

"جناب والا! یہ شخص بہت فاسق و فاجر ہے اب اس کی بُرائیاں صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہی ہیں بلکہ ان کے اثرات دوسروں تک بھی پہنچ گئے ہیں"۔

یہ سُن کر آپ نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا:۔

"چونکہ تم اپنے آپ کو نیک اور گناہوں سے پاک سمجھتے ہو اس لئے تمہاری نظروں میں وہ فاسق اور شریر ہے، مگر ہم کسی بات میں بھی اپنے آپ کو بالاتر نہیں سمجھتے ہیں اور جب یہ بات ہو تو اسے ہم کیسے بُرا کہہ سکتے ہیں"۔

اس کے بعد آپ نے شہر کے کوتوال کے پاس اس کی سفارش کی اور اُس نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ نوجوان آپ کے رحم و شفقت اور اعلیٰ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے فوراً اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر کے صالح اور نیک انسان بن گیا۔

تحمل و بُردباری

صاحبِ زبدۃ المقامات ایک بزرگ درویش کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:۔

"ایک دن میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر موجود تھا کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہٗ تشریف لانے والے ہیں۔ مزار مبارک کے خدام نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر ایک تخت بچھا دیا اور اس پر فرش و تکیہ لگا کر آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک آزاد منش فقیر آیا۔ اور تخت و

فرش کو دیکھ کر مزار مبارک کے خدام سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ " یہ کیا ہے اور کس لئے ہے ؟" خدام بولے " خواجہ بزرگ محمد باقی تشریف لانے والے ہیں ، اُن کے لئے یہ تخت بچھایا گیا ہے ۔" یہ سُن کر وہ بدزبان فقیر نہایت غضبناک ہو گیا اور غصے میں آپے سے باہر ہو گیا ۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی شان میں گستاخی کرنے لگا ۔ اتنے میں خواجہ صاحب بھی تشریف لے آئے ۔ آپ کو دیکھ کر وہ اور زیادہ برانگیختہ ہو گیا ۔ آپ کے ساتھ درویشوں کی ایک جماعت تھی جو اس کو اس کی بدزبانی اور گستاخی کی سزا دینی چاہتی تھی ۔ مگر آپ نے انہیں منع کر دیا ۔ اور خاموشی کے ساتھ اس کی بدزبانی کو برداشت کرتے رہے ۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو آپ اس کے پاس گئے اور نہایت بردبار اور نرم لہجے میں فرمایا " آپ نے جو کچھ فرمایا وہ درست اور بجا ہے ، درحقیقت میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ، مزار مبارک کے خدام نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے علم اور اشارے کے بغیر کیا ہے مجھے اس کا علم نہیں تھا ، آپ برائے خدا معاف کیجئے اور مجھ بدنصیب کے لئے اپنا مغز خالی نہ کیجئے ۔"

آپ یہ الفاظ فرماتے وقت اپنی آستین سے اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جا رہے تھے اور مختلف طریقوں سے تواضع و انکساری کا اظہار فرما رہے تھے ۔ آخر کار اس فقیر کا غصہ دھیما ہوا اور اس نے آپ سے چند درہم مانگے ۔ آپ نے فوراً اپنی جیب سے وہ رقم نکال کر اس کے حوالے کی جنہیں لے کر وہ چلا گیا ۔"

راوی کہتا ہے " میں ایک گوشہ میں کھڑا ہو کر یہ تمام باتیں سُن رہا تھا میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب ان باتوں سے کہاں تک متأثر ہوئے ہیں مگر میں نے محسوس کیا کہ آپ کی پیشانی پر کوئی بل نہیں پڑا اور آپ اس کی بدکلامی سے ذرا بھی متأثر نہ ہوئے ، لہٰذا مجھے یہ کامل یقین ہو گیا کہ آپ فرشتہ صفت ہیں ۔"

سخاوت اور فیاضی

آپ میں سخاوت اور فیاضی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ نے دولت کبھی جمع نہیں کی ۔ جو کچھ ملتا تھا فقراء اور درویشوں میں صرف کر دیتے تھے ۔ امراء جو رقم آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے ۔ آپ اس میں کچھ رقم اپنی طرف سے اضافہ کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے پاس کچھ نہیں

رکھتے تھے۔

زُہد و استغنار آپ کے زہد و استغنار کا یہ حال تھا کہ بہت سے اُمرار آپ کو ہزاروں روپے نذرانہ کے طور پر پیش کرتے تھے مگر آپ انہیں قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ نے سفرِ حجاز کا عزم کیا تو شاہجہاں کے وزیرِاعظم عبدالرحیم خانخاناں نے ایک لاکھ روپیہ نقد آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں کے سفر خرچ کے لئے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک خط میں یہ لکھا :۔

"مجھے امید ہے کہ حضور اس ناچیز رقم کو قبول فرماکر میری عزت افزائی فرمائیں گے"

جب یہ خط اور روپوں کی تھیلیاں آپ کے پاس پہنچیں تو آپ سخت برہم ہوئے اور فرمایا :۔

"ہم لوگوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ عام مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کو ضائع کریں اور ان کا سیم و زر صرف کر کے حج کریں"

یہ کہہ کر آپ نے ایک لاکھ روپے کی رقم خطیر واپس کرادی اور اسے قبول نہیں کیا۔

سادہ مزاجی آپ کی محفل میں کبھی دنیاوی اُمور کی باتیں نہیں ہوتی تھیں آپ درویشوں اور مسکینوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھے کھانے اچھے لباس کی آپ کو مطلق خواہش نہیں ہوتی تھی۔ بالکل سادہ مزاجی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کا مکان بھی بالکل معمولی ہوتا تھا۔ آپ کی محفل میں بھی کوئی شان و شوکت نہیں ہوتی تھی، اور نہ کوئی پابندی ہوتی تھی ہر ایک بلا روک ٹوک آجا سکتا تھا۔ آپ کا دربار ہر طالبِ ہدایت کے لئے کھلا رہتا تھا۔

جس طرح آپ قناعت و توکل کے اصولوں کے پابند تھے۔ اسی طرح آپ اپنے مریدوں کو بھی زہد و استغنار کے اوصاف سے متصف دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لئے آپ اپنے مخلص مریدوں کی مالی امداد بہت کم کرتے تھے، تاکہ ان پر مال و دولت اور دنیاوی عیش و آرام کی طمع غالب نہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ اپنے مریدوں کو بار بار کہتے تھے "جسے ہماری

طرف سے مالی امداد پہنچے وہ یقین کرے کہ ہمیں اس سے دینی محبت بہت کم ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ جب امراء یہ چاہتے تھے کہ وہ آپ کے یا آپ کے مخلصین کے لئے مالی امداد مقرر کریں تو آپ بالعموم ان کی پیشکش کو قبول نہیں فرماتے تھے۔

البتہ نووارد مسافروں اور عوام کے لئے مالی امداد قبول کر لیتے تھے اور بعض اوقات اس قسم کے تنگ دست افراد کے لئے وظائف بھی مقرر کرا دیتے تھے۔

اکلِ حلال آپ اپنے مریدوں اور عوام کو اکلِ حلال کی تاکیدی ہدایت فرماتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپ اپنے خدام اور باورچیوں کو سخت تاکید کرتے تھے کہ کھانا پکانے والا، کھانے پکانے اور تیار کرنے کے وقت باوضو رہے، بلکہ ایسا شخص اہلِ باطن میں سے ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ وہ کھانا تیار کرتے وقت کوئی دنیاوی بات نہ کرے۔ آپ یہ ارشاد فرماتے تھے:-

"جو لقمہ بے احتیاطی اور حضورِ قلب کے بغیر کھایا جائے اس سے ایک ایسا دھواں پیدا ہوتا ہے جس سے روحانی فیض کی نالیاں بند ہو جاتی ہیں اور پاکیزہ روحیں جو روحانی فیض کا ذریعہ ہیں دل کے پاس نہیں پھٹکتی ہیں۔"

ایک دفعہ ایک صاحبِ حال وکشف درویش خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:-

"میں اپنے کام میں جمود وانقباض اور باطن میں کدورت پاتا ہوں معلوم نہیں کیا بات ہے؟"

آپ نے توجہ دینے کے بعد فرمایا "تمہارے لقمے میں کچھ بے احتیاطی ہو گئی ہے۔"

درویش نے کہا "میں حلال اور غیر مشتبہ کھانا کھاتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا "پھر غور کرو، ہمیں اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نظر نہیں آتی ہے۔"

آخر کار جب درویش نے اپنا کھانا پکانے کے بارے میں بہت تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے درویش کا کھانا پکتا تھا ان میں دو تین لکڑیاں ایسی بھی شامل ہو گئی تھیں جن میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

ہیبت اور وقار

اگرچہ آپ عجز و انکسار سے کام لیتے تھے، اور لوگوں میں نہایت سادہ مزاجی اور بے تکلفی سے ملتے تھے، تاہم آپ کے چہرۂ مبارک سے ہیبت اور وقار کا اس حد تک اظہار ہوتا تھا کہ اجنبی اور عام لوگ آپ کو دیکھ کر خدا کو یاد کرنے لگتے تھے۔ اور ہر کس و ناکس آپ سے مرعوب و متاثر ہو جاتا تھا

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ ہندوؤں کی بستی میں سے گزرے، بستی کے باہر کچھ لوگ اپنے کھیتوں میں بیٹھے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے، جونہی ان کی نظر آپ کے روئے انور پر پڑی، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے "یہ کس قدر بزرگ انسان ہے کہ اس کو دیکھنے سے ہمیں خدا یاد آتا ہے"۔

ایک معمّر بزرگ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں خواجہ صاحب کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا، اس وقت نماز باجماعت ہو رہی تھی اور خواجہ صاحب بھی پہلی صف میں کھڑے تھے، پہلی صف بالکل بھر گئی تھی البتہ خواجہ صاحب کے پہلو میں کچھ جگہ خالی تھی۔ چونکہ میں نے خواجہ صاحب کو بچّہ سا دیکھا اس لئے میں نے آپ کے قریب کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھا، لہٰذا میں نے ان کے قریب جا کر نیت باندھ لی مگر تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ آپ کی عظمت و ہیبت نے میرے دل پر حملہ کیا۔ میں نے اپنے جسم کو سکیڑنا اور الگ کرنا چاہا مگر آپ کی ہیبت کا اثر میرے دل سے کم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے رعب کی وجہ سے میں نماز ہی میں پیچھے ہٹتا گیا، یہاں تک کہ چبوترے کے قریب پہنچ کر، میں ہوشیار ہوا۔ پھر نماز کے بعد میں آپ کا اس قدر گرویدہ ہو گیا کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں شب و روز رہنے لگا۔ تا آنکہ میں بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا"۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک

ایک دفعہ ایک متعصب ہندو مسلمانوں کے لباس میں آکر آپ کے پاس مسجد میں مقیم ہوا آپ حسبِ معمول دیگر مسافروں کی طرح اس کے پاس بھی کھانا بھجواتے تھے، جب تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد وہ رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا:

"تمہیں یہاں کیا تکلیف ہے۔ جو جلد رخصت ہو رہے ہو، اگر تمہیں یہ جگہ پسند نہ ہو تو تمہارے لیئے دوسری جگہ کا انتظام کیا جائے، جہاں تمہارے ہندو دھرم کے مطابق تمہیں کھانے اور رہنے کی سہولتیں حاصل ہوں گی"

وہ ہندو مسلمانوں کے بھیس میں تھا اس لیئے راز افشا ہونے پر وہ بہت شرمندہ ہوا تاہم اپنی خفت دور کرنے کے لیئے وہ اس کی تردید میں کہنے لگا، "جناب والا! آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ میں ہندو ہوں، میں تو آپ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، اور مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہوں"۔

حضرت خواجہ صاحب نے کسرِ نفسی کے طور پر فرمایا: "اس بات کو جانے دو بلکہ یہ کہو کہ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی"۔

وہ ہندو آپ کی پردہ پوشی اور رحمدلی سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا: "جب آپ جانتے تھے کہ میں مسلمان نہیں ہوں بلکہ ہندو ہوں تو آپ نے میری خاطر مدارات کیوں فرمائی، کیا یہ بات مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہے"؟

آپ نے فرمایا:

"اسلام تمام دنیا کے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اگر میں نے تمہارے کھانے پینے کا خیال رکھا تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جانوروں کو بھی رزق دیتا ہے"۔

وہ ہندو آپ کے حُسنِ اخلاق کی یہ باتیں سُن کر بہت متاثر ہوا اور فوراً مسلمان ہو کر آپ کے مخلص عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا۔

بُروں کی اصلاح

آپ اپنی خوش اخلاقی اور ہمدردی کے ذریعہ بُروں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی بُرائی کے اصل سبب کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کی خانقاہ کے ایک حجرہ میں ایک درویش نے اپنے حجرہ کے ساتھی کے کچھ روپے چُرا لیے۔ جب وہ روپے چُرا کر حجرہ سے باہر نکلا تو یکایک اسے محسوس ہوا کہ دیواروں کے پردے درمیان سے اُٹھ گئے

اور حضرت خواجہ صاحب اپنے خلوت کدہ میں بیٹھے ہوئے اشارہ سے منع فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں :

"خبردار یہ کام نہ کرنا بُری بات ہے۔ درویشوں کو ایسے کام سے بچنا چاہیئے"

یہ محسوس کرکے اس نے فوراً وہ روپیہ جہاں سے لیا تھا وہیں رکھ دیا۔ پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں آکر سارا حال سُنایا۔ آپ اس پر ناراض نہیں ہوئے بلکہ نہایت نرمی اور بردباری کے ساتھ آپ فرمانے لگے :

"جو ہوا سو ہوا ، آئندہ اگر تمہیں خرچ کی تکلیف ہوا کرے تو اس فقیر سے کہا کرو۔ اللہ تمہاری سب ضرورتوں کو پورا کرے گا"

عشق الٰہی آپ اکثر عالم ہوش میں رہتے تھے۔ تاہم بعض اوقات آپ پر عشق الٰہی کا جذبہ بہت غالب ہوجاتا تھا۔ اس وقت آپ جنگلوں اور بیابانوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ اس حالت میں آپ جس کی طرف دیکھتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا۔ اگر ہوش میں رہتا تو اشکباری کرتا ورنہ بے ہوش ہوجاتا اور اسے دُنیا ومافیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔

ایک دفعہ ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا دروازہ کے باہر خادم کے سپرد کرکے اندر آگیا۔ اس وقت آپ کسی ضرورت کے سبب باہر تھے جب آپ اندر آنے لگے تو آپ کی نظر اسی خادم پر پڑگئی ، جو گھوڑا سنبھالے ہوئے تھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی وہ گھوڑے کو چھوڑ کر اور کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے چیخنے چلانے لگا۔ اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے تلاش کیا گیا مگر کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔

ایک دفعہ اسی حالت میں آپ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس وقت خطیب منبر پر چڑھا ، اتفاقیہ اس کے چہرے پر آپ کی نظر پڑگئی اسی وقت وہ کلیجہ تھام کر رہ گیا۔ بے قرار ہوکر نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی طاقت نہ رہی، دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا اور آپ نے نماز پڑھائی۔

معمولات آپ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے اور سنت نبوی کی اتباع میں رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس قسم کی ریاضتِ شاقہ کی وجہ سے آپ بہت کمزور اور نحیف ہو گئے تھے۔ تاہم عبادت الٰہی میں آپ ہمیشہ چاق و چوبند، مستعد اور سرگرم رہ کر بہت دیر تک مراقب رہتے تھے۔ جب آپ دیکھتے تھے کہ اعضاء پر ضعف وکسل غالب ہوگیا ہے تو آپ اٹھ کر تجدید وضو کرتے اور دوگانہ ادا کرکے پھر حجرہ میں تشریف فرما کر مصروفِ مراقبہ ہوتے۔ رات کا اکثر حصہ آپ اسی طرح گزارتے تھے۔

حنفی مسلک شرعی مسائل میں آپ کا عمل افضل اور عزیمت کے کاموں پر ہوتا تھا۔ بالعموم آپ حنفی مسلک پر عمل پیرا تھے۔ مگر جب آپ نے یہ دیکھا کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بھی صحیح احادیث مذکور ہیں تو آپ نے عزیمت کے اصول کے مطابق امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا افضل سمجھا۔ اور ایک عرصہ تک آپ اسی پر عمل پیرا رہے۔ آخر کار آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک طرف کھڑے ہوئے اپنی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرے مسلک پر ہزاروں اولیاء عمل پیرا ہوئے یہ دیکھ کر آپ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی۔ اور پھر کبھی حنفی مسلک سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔

تصانیف حضرت خواجہ باقی باللہ کی مستقل تصانیف نہیں ہیں تاہم آپ فطری طور پر فارسی کے فصیح وبلیغ ادیب اور خوش گو شاعر تھے۔ ابتدائی عمر میں شیخ صادق حلوائی کی تعلیم نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ فارسی آپ کی مادری زبان تھی اس لئے آپ کے فارسی مکتوبات وملفوظات، فارسی ادب کا ایک بہترین نمونہ ہیں اور اپنی سلاست، اختصار اور اثر پذیری میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان عبارتوں میں جابجا فارسی اشعار کی آمیزش نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ فارسی تحریر وتقریر میں آپ ہندی انداز اختیار کرنے کی مخالفت فرماتے تھے اور لوگوں کو تلقین فرماتے تھے کہ فارسی زبان شیریں اور مکمل زبان ہے۔ اس کو ہندی الفاظ ومحاورات سے داغ دار نہ کیا جائے۔

ایک شخص نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک دفعہ یہ الفاظ کہے:

"تو مرا بہر طرزیکہ می رقصانی ، رقصم"

(آپ مجھے جس طریقے سے نچائیں ، میں ناچتا ہوں)

آپ نے فرمایا: فارسی عبارت نہیں ہے بلکہ یہ ہندی محاورے کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسے وہ فارسی داں جو ہندی ضرب المثل سے واقف نہ ہوں، سمجھ نہ سکیں گے۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مکتوبات (۲) ملفوظات ومجالس۔ (۳) رباعیات (۴) شرح رباعیات (۵) مثنوی (۶) مسائل حقیقت نماز (۷) بیان توحید (۸) دعائے قنوت کی تفسیر، تفسیر معوذتین، سورۂ اخلاص کی تفسیر، بسم اللہ و سورۂ فاتحہ کی تفسیر (۹) رسالہ طریقت (۱۰) تفسیر سورۂ والشمس۔

ملفوظات ومجالس

آپ کے ملفوظات کو مجالس کی شکل میں ایک نامعلوم مگر نہایت مخلص ادیب مرید نے آپ کی زندگی ہی میں مرتب کیا تھا۔

جیساکہ مجلس سوم میں مذکور ہے کہ جب کاتب ملفوظات نے آپ سے آپ کی مجالس کی علم ومعرفت کی باتوں کو بقید تحریر لانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: "لکھ کر مجھے دکھا دیا کرو"۔ چنانچہ چند مجالس کا حال جو بغیر اجازت لکھا گیا تھا، آپ کے ملاحظہ کے لئے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس تحریر کی بعض باتوں کو ناپسند کیا لہٰذا اجازت منسوخ ہوگئی۔

اس کے بعد ۱۰۰۹ھ میں ماہ رمضان المبارک میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی تشریف لائے، اسی موقع پر انہوں نے ان مجالس کو تحریر میں لانے کی درخواست کی آپ نے بڑے تردد اور تأمل کے بعد یہ درخواست قبول کی۔ بشرطیکہ صرف وہ باتیں لکھی جائیں جو طریقۂ نقشبندیہ میں داخل ہیں اور مشائخ کی حکایات و خیالات کو اس میں شامل نہ کیا جائے تاکہ مشیخت کی دوکانداری کا انداز اس میں ظاہر نہ ہو۔

اس کام کے لئے دوبارہ کاتب ملفوظات کا انتخاب کیا گیا۔ لہٰذا انہوں نے خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق مجلس مبارک کی حکایات کو نظر انداز کر دیا۔ البتہ وہ حکایات تحریر کی گئیں جن پر آپ کے کلام کا صحیح مفہوم موقوف تھا۔

مجالس کی تاریخیں

فارسی زبان میں مؤلف ملفوظات نے مجالس کے لکھنے کا آغاز یکم صفر ۱۰۰۹ھ سے کیا تھا۔ اور آپ کی وفات کے حال پر انہوں نے ان ملفوظات و مجالس کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔ بارہ مجالس کا حال جو ۱۰۰۹ھ میں ہوئیں تحریر کیا گیا ہے۔ ان کی مندرجہ ذیل تاریخیں دی گئی ہیں۔

مجلس اوّل:۔ بروز ہفتہ یکم صفر ۱۰۰۹ھ۔ مجلس دوئم:۔ اتوار ۲ر صفر۔ مجلس سوم:۔ بروز جمعرات ششم صفر۔ مجلس چہارم ۱۱ر رمضان المبارک بروز جمعرات۔ مجلس پنجم ۱۲ر شوال بروز بدھ مجلس ششم:۔ بروز بدھ ۱۳ر ذوالقعدہ۔ مجلس ہفتم بروز ہفتہ ۲۳ر ذوالقعدہ ہوئی۔

مجلس ہشتم:۔ بروز پیر ۲۵ر ذوالقعدہ کو ہوئی۔ مجلس نہم بروز شنبہ ۳۰ر تاریخ ذوالقعدہ کو ہوئی۔ اور مجلس دہم ۱۳ر ذوالحجہ بروز جمعہ ہوئی۔

مجلس یازدہم (گیارھویں) ۱۹ر ذوالحجہ بروز دوشنبہ کو ہوئی اور مجلس دوازدہم سہ شنبہ ۲۷ر ذوالحجہ کو ہوئی۔

۱۰۰۹ھ کی مجالس

مجالس کی مذکورہ بالا تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ مؤلف ملفوظات باقاعدہ ان مجالس میں حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ درمیان سال میں سفر پر چلے جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۰۹ھ میں وہ ماہ صفر میں تین ۳ دن شریک مجلس ہوئے۔ اور ان دنوں کے حالات لکھنے کے بعد وہ کہیں چلے گئے یا جیسا کہ مجلس سوم میں تحریر کیا ہے، حضرت خواجہ صاحب کے حکم سے انہوں نے لکھنا بند کر دیا تھا اس کے بعد جب ماہ رمضان المبارک میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ، خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی سفارش سے مجالس میں حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کو قلمبند کرنے کا دوبارہ آغاز ہوا۔ تاہم انہوں نے رمضان المبارک کی صرف ایک مجلس کا حال تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد شوال میں بھی صرف ایک مجلس کا حال مذکور ہے۔ ماہ ذوالقعدہ کی چار مجالس کا حال تحریر کیا ہے۔ اور ماہ ذوالحجہ کی صرف تین مجالس کا حال بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۱۰ھ کی مجالس

۱۰۱۰ھ میں صرف تین مجالس کا حال مذکور ہے یعنی تیرھویں

مجلس کا حال جو ۲۰ رشوال بروز یکشنبہ کو ہوئی۔ پھر چودھویں مجلس کا حال ہے جو ۱۹ ربیع الاول بروز جمعہ کو ہوئی۔ اور پندرھویں مجلس کا حال ہے جو ۲ رجمادی الاول بروز جمعہ کو ہوئی۔

آخری زمانے کا حال

اس کے بعد مؤلف ملفوظات' جیسا کہ وہ خود بیان کرتا ہے، طویل سفر پر روانہ ہوگیا اور ۱۰۱۱ھ میں وہ خواجہ صاحب کی مجالس سے غیر حاضر رہا۔ اس کے بعد وہ یکم صفر ۱۰۱۲ھ بروز یکشنبہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے۔ جو اس کے حساب سے سولہویں مجلس ہے۔ اس کے بعد ان دنوں کا حال بیان کیا گیا ہے، جب کہ آپ کے مرض الوفات کا آغاز ہوگیا تھا۔ سترھویں مجلس کی تاریخ ۵ رجمادی الآخر ہے۔ اٹھارویں مجلس کی تاریخ ۱۷ رجمادی الآخر ۱۰۱۲ھ ہے۔ انیسویں مجلس کی تاریخ ۲۳ رجمادی الآخر بروز جمعرات ہے، ان تمام مجالس میں آپ کی تکالیفِ مرض کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم نے آپ کی وفات کے حال میں تحریر کیا ہے۔

سب سے آخری مجلس کی تاریخ ۲۵ جمادی الآخر بروز شنبہ ہے جو آپ کی تاریخ وصال ہے۔ ان آخری مجالس میں مؤلف موصوف نے آپ کے ایام مرض الوفات کا حال نہایت رقت انگیز طریقے سے بیان کیا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم کسی تذکرے کے ذریعے مؤلف موصوف کا نام نہیں معلوم کر سکے۔ تاہم ان کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف فارسی زبان کے بہت بڑے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ انہوں نے دلِ درد مند پایا تھا، اس طرح انہوں نے اپنی تحریر میں جابجا موزوں اور عمدہ اشعار کے ذریعہ' اپنی عبارت کو اور زیادہ دلچسپ اور بلند پایہ بنادیا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہمیں خواجہ صاحب کی صحیح تعلیمات کا بخوبی علم ہوا۔ اور آپ کے بعض ذاتی حالات بھی معلوم ہوئے، نیز آپ کا علمی شوق اور صوفیانہ مباحث کا تذکرہ بھی اس کے ذریعہ یا آپ کے مکتوبات سے ملتا ہے۔

ان ملفوظات کی ترتیب و تدوین کا خواجہ ہاشم کشمی نے اپنی کتاب 'زبدۃ المقامات'

میں بھی تذکرہ کیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نقلیں حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے خلفاء کے پاس محفوظ رہی تھیں۔ بعد ازاں یہ کتاب نایاب و ناپید ہوگئی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پیشتر اس کا نسخہ بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیا گیا تھا۔ اور زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔ اس کے بعد جناب محمد عبدالغفار صاحب مالک افضل المطابع و افضل الاخبار دہلی نے "حیات باقیہ" کے نام سے آپ کے مختصر حالات و رسائل کے ساتھ فارسی متن مع اردو ترجمہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں افضل المطابع دہلی سے شائع کروایا۔ اس کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ حافظ محمد رحیم بخش صاحب نے کیا۔ اس کے بعد خواجہ باقی باللہ صاحب کے مکتوبات کے اردو ترجمہ کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ ملک چنن الدین صاحب مالک "اللہ والے کی قومی دکان" نے لاہور سے شائع کروایا ان مکتوبات و ملفوظات کا اردو ترجمہ مولوی قاضی عالم الدین صاحب خلیفہ حافظ عبدالکریم صاحب نے کیا۔

مکتوبات خواجہ صاحب کی دوسری اہم علمی یادگار آپ کے مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے دوستوں اور مریدوں کو تحریر کئے تھے۔ یہ مکتوبات آپ نے خود اپنے قلم سے لکھے تھے، اس لئے ان کی اہمیت زیادہ ہے۔ یہ نہ صرف فارسی ادب کا شاہکار ہیں بلکہ حقائق و معارف کا گنجینہ بھی ہیں۔ ان کے ذریعہ آپ کی روحانی تعلیمات کے اہم نکات معلوم ہوتے ہیں۔ اور بہت سی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان مکتوبات کا فارسی متن اور اردو ترجمہ بھی دہلی و لاہور وغیرہ کے مختلف مطابع نے شائع کیا تھا۔ مگر آج کل نایاب ہیں۔

ہم آپ کے ملفوظات و مکتوبات میں سے اہم تعلیمات کا خلاصہ اخذ کر کے ایک جداگانہ باب میں بیان کریں گے۔

شرح رباعیات آپ نے رباعیات اور مثنوی کی صورت میں اپنے اشعار کا قابل قدر مجموعہ چھوڑا ہے۔ 'وحدت الوجود' کے مسئلہ پر اپنی چند رباعیات کی شرح آپ نے خود کی ہے جس کا ذکر مؤلف ملفوظات نے اس طرح کیا ہے۔

ایک دن ایک عزیز نے عرض کیا، شرح رباعیات کے لئے جس کا نام سلسلۃ الاحرار

ہے اور جو اس زمانہ میں حضرت نے تصنیف فرمائی ہے۔ تاریخ تکمیل کہی جائے۔ آپ نے اس مجلس میں قلم دوات طلب فرماکر انیس[19] تاریخیں اس رسالے کے لئے لکھ ڈالیں کاتب حروف کو صرف دو تاریخیں یاد ہیں جو درج کتاب کی جاتی ہیں۔ باقی تاریخیں رسالہ 'سلسلۃ الاحرار' کے آخر میں لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک تاریخ "تجرع خصوص حکم" اور دوسری تاریخ "نظم وجوب" ہے۔

یہ رسالہ اگرچہ آپ کی تصنیف ہے اور اس میں آپ نے نہایت تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے۔ تاہم ظاہری شریعت کی حمایت کی وجہ سے آپ اس تصنیف سے خوش نہ تھے۔ اور فرماتے تھے "یہ ہماری تصنیف عمدہ تصنیف نہیں ہے"! آپ فرماتے تھے "یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید کے سوا ایک اور نہایت وسیع راستہ ہے جس کے مقابلہ میں توحید کی راہ ایسی ہے جیسے شاہراہ کے مقابلہ میں تنگ گلی ہو"![۵۱]

اس شرح رباعیات پر حضرت شیخ مجدد الف ثانی نے تعلیقات لکھی ہیں، جو اپنے انداز میں بہت خوب ہیں۔ پھر اس شرح کی توضیح کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی تعلیقات لکھی ہیں جو اس کی مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت[۵۲] ہے۔

تعلیمات وملفوظات

حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانی تعلیمات اسلامی شریعت کے عین مطابق ہیں اس وجہ سے آپ نے دین کی تکمیل اور سنت نبوی کے اتباع پر بہت زور دیا ہے۔ اور عام درویشوں میں اسلام کے منافی جو باتیں رائج ہوگئی ہیں، ان کی مخالفت کی ہے۔

---

۵۱ حیات باقیہ ص ۹۷-۹۸

۵۲ شرح رباعیات مع تعلیقات حضرت مجدد الف ثانی' کو اردو ترجمہ کے ساتھ ادارۂ مجددیہ ناظم آباد، کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ ہمارے صدیق مکرم جناب ثناء الحق صاحب ایم۔اے نے کیا ہے۔

لہذا اس نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لئے آپ کے مکتوبات و ملفوظات سے اہم تعلیمات کا خلاصہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ تاجُ الدین کو ہدایات شیخ تاجُ الدین صاحب آپ کے بے تکلف مرید تھے، وہ تصوف کے دوسرے سلسلوں کے منازل بھی طے کرچکے تھے، اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر بعض مُریدوں کی تربیت دوسرے سلسلوں کے مطابق بھی کرتے تھے۔ نیز پوشیدہ طور پر اپنے آپ کو 'اویسی مشرب' کہتے تھے۔ لہٰذا ان کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے آپ مکتوب نمبر ۳ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

> فقیر کو بعض خوابوں میں ایسا معلوم ہوا کہ آپ کا باطن ایک طرح سے فقیر کا نافرمانبردار ہے شرکش ہے۔ یہ واقعات فقیر کی بیماری کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اس دفعہ جب آپ تشریف لائے تو شرم آئی کہ اس قسم کی باتوں پر کیا توجہ دیں۔

پیر کی اہمیت اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنّت واسطہ اور برزخ کے معتبر ہونے پر ہے، اس سے آنکھ بند کرنا اور اس کو درمیان نہ دیکھنا ترقی کا مانع ہے۔ اگر اتفاقیہ واسطہ کے باطن میں کسی قسم کی کجروی پیدا ہوجائے تو درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔

مُرشد کا ادب یہ طریقہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ اور نامقبول ہے۔ بچوں کے استاد کا ادب کہاں تک کیا جاتا ہے۔ لہذا طریقت کے استاد کا ادب، جو فیض کا سرچشمہ اور کشف وشہود کا منبع ہے اور الوہیت کا برزخ ہے، کہاں تک ضروری ہوگا۔

ایک سلسلہ کی پابندی خواجگان (نقشبندیہ) قدس سرّہم کے طریقہ کو محفوظ رکھنا اور توجہ میں ان سے فیض کا طلب کرنا اور دوسرے طریقوں سے نہ ملنا، نہایت ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ بزرگوار بڑے غیرت

والے اور نازک طبع ہوتے ہیں۔

طریقۂ محققین آپ نے محققین کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ ان کا طریقہ بعینہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا خلق سے اپنے آپ کو ممتاز نہ سمجھنا۔ عاجز و متواضع رہنا، اپنے آپ کو عام لوگوں کی طرح سمجھنا۔ تمام سنتوں کا اتباع کرنا اور ظاہری اسباب کو وسیلہ بنانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

شیخ کبیر محی الملۃ والدین محمد بن العربی قدس سرہ اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

> "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشائخ میں حضرت بایزید بسطامی، حمدون قصار اور ابوبکر سعید خراز رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی مقام ہے ——— اور ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مقام مساوات سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہی ہمارا حال ہے"۔
>
> ان باتوں کے علاوہ، آپ اس باغ کے میووں کے پروردہ ہیں، اور اپنے خزانچیوں کے نائب ہیں۔ لہذا آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ صرف اسی آستانے پر برقرار رہیں"۔

لمحات (عربی)

شاہ ولی اللہؒ کی حکمتِ الٰہی کی یہ بنیادی کتاب ہے۔ اس میں وجود سے کائنات کے ظہور تدلی اور تجلیات پر بحث ہے۔ یہ کتاب عرصہ سے ناپید تھی۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے ایک قلمی نسخے کی تصحیح اور تشریحی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

قیمت:- دو روپے